جنگ نامہ حضرت علیؑ یعنی قصہ مقاتلِ قندوری و جنگِ بیر الالم کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ڈاکٹر مشتاق حیدر

تلخیص: عالمی ادب میں رزمیہ کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔شاہنامہ جیسے رزمیہ کسی قوم کی اجتماعی سوچ ، ملک و مذہب اور اپنے عقائد وروایات سے وابستگی کے مظہر ہوتے ہیں۔اردو میں بہت کم رزمیے لکھے گئے ہیں۔البتہ دیگر اصناف خصوصاً مرثیوں میں رزمیہ عناصر واضح دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہمارے بیشتر محققین و ناقدین نے اردو رزمیہ کی مثالیں مرثیوں سے ہی دی ہیں۔اس مضمون میں صاحب مضمون نے ایک گم گشتہ جنگ نامے سے قارئین کو روبرو کرایا ہے،جس کی نقل انہوں نے ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز سے حاصل کی ہے۔یہ جنگ نامہ کسی اورصنف سے منتخب کیا گیا اقتباس نہیں بلکہ ایک مکمل جنگ نامہ ہے۔اس مضمون میں مذکورہ جنگ نامے میں موجود قصے سے باخبر کرانے کے ساتھ ساتھ،شعری محاسن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ مضمون جنگ ناموں کے ضمن میں آئیندہ تحقیق کے لیے راہیں بھی ہموار کرتا نظر آرہا ہے۔

کلیدی الفاظ: جنگ نامہ،قصہ مقاتل قندوری،جنگ بیر الالم

انسانی زندگی صلح و جنگ سے ہی تعبیر ہے۔تخلیقِ آدم ہوئی تو ابلیس نے جنگ کا بگل بجایا۔پروردگارِ عالم نے انسان کی جبلت میں خیر وشر ہر دوطرح کی قوتوں کو مجتمع کیا ہے۔یہ جبلی متضاد قوتیں ہمہ وقت انسان کے اندرون میں بھی ایک رزم گاہ سجائے رکھتی ہیں۔جب

خیر شر پر غالب آتا ہے تو نہ صرف اندرون ہی میں بلکہ انسان کے آس پاس بھی مسرت و اطمینان کے پھول کھلتے نظر آتے ہیں اور جب شر خیر کو دبانے میں کامیاب ہوتا ہے تو انسان کا اندرون اور بیرون جہنم زار بن جاتے ہیں۔

یعنی انسان پر شر غالب آئے تو وہ اسفل السافلین کے انجام تک پہنچتا ہے اور اگر اس میں ارادۂ خیر کی قوتیں فائق و برتر اور غالب آجائیں تو انسان، انسانِ مرتضیٰ بن جاتا ہے اور لقد خلقنا الانسان فی احسن التقویم اور ولقد کرمنا بنی آدم کا مستحق اور مصداق ٹھہرتا ہے اور افضلیت کا تاج اس کے سر پر سجتا ہے۔

ادب چونکہ انسان کی داخلی اور خارجی زندگی کا آئینہ ہوتا ہے اس لیے ہر صنفِ ادب میں ظاہری و باطنی سطح پر ایک صلح و جنگ کی داستان کا بیان نظر آتا ہے۔

غزل جیسی لطیف صنفِ سخن کے یہ شعر میرے دعوے پر دال نظر آتے ہیں:۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے   جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

(ثاقب لکھنوی)

ایک چھوٹی سی جذباتی جنگ کا منظر دیکھیے:۔

شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ   محفل میں اس خیال سے پھر آگیا ہوں میں

(عبدالحمید عدمؔ)

وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرے   اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

(داغؔ دہلوی)

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف   اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

(حفیظ جالندھری)

البتہ چند اصناف یا ہیئتیں جنگ و صلح کے موضوعات یا رزمیہ کے لیے ابتداء سے ہی مخصوص ہو گئی ہیں۔ جن میں شاعری میں مثنوی اور مرثیہ جبکہ نثر میں داستان قابلِ ذکر ہے۔ اردو کی تقریباً تمام مثنیوں میں صلح و جنگ کے موضوعات پائے جاتے ہیں۔ جن میں جنگ نامے اوّل تا آخر اسی موضوع پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان جنگ ناموں میں ایک اچھی خاصی

تعداد بادشاہوں اور مذہبی شخصیات کے جنگوں کا احاطہ کرتی ہیں۔ موقع کی مناسبت سے میں نے جس جنگ نامے کا انتخاب کی ہے اُس کا عنوان ہے: ''جنگ نامہ حضرت علیؑ یعنی قصہ مقاتلِ قندوری و جنگِ بیر الالم یا جنگ از قومِ جن کا''۔

کتاب کے سرورق پر لکھا ہے:

''بہ اہتمام تر بھون ناتھ دھیر بنیجر ______ راجہ رام کمار پریس بکڈ پو،
وارث مطبع نامی نولکشو رواقع لکھنو میں طبع ہو کر شائع ہوا ہے۔''

قرینِ قیاس ہے کہ تر بھون ناتھ دھیر بنیجر نامی شخص کی ہی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہو، کیونکہ آگے کہیں بھی کوئی اور نام نہیں لکھا ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ Tokio Univeristy of Foreign Studies کی لائبریری میں زیرِ نمبر BA60735144 موجود ہے۔ لائبریری ریکارڈ کے مطابق یہ جنگ نامہ 1965ء میں شائع ہوا ہے۔ جبکہ جنگ نامہ کے اختتام پر جلی حروف میں لکھا ہے کہ ''بماہ جنوری 1961ء بحسن وخوبی طبع ہوا''۔

اس جنگ نامہ میں دراصل ایک نہیں بلکہ حضرت علیؑ کی دو جنگوں کا ذکر موجود ہے یا یوں کہیے کہ یہ جنگ نامہ دو جنگوں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ پہلی داستانِ رزم موسوم بہ قصۂ مقاتل قندوری کو مثنوی کی مانوس بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) جبکہ دوسری داستانِ جنگ موسوم بہ جنگِ بیر الالم کو بحر ہزج مسدس محذوف میں باندھا گیا ہے (مفاعیلن مفاعیلن فعولن)۔ کتاب 81 صفحوں پر مشتمل ہے اور 20 سم (سینٹی میٹر) کی تختی پر اوسطاً 23 اشعار درج ہیں۔ قصۂ اوّل 1135 اشعار پر مشتمل ہے، جبکہ قصۂ دوم 704 اشعار ہیں۔ اس طرح پورا جنگ نامہ 1839 اشعار پر مشمل ہے۔

قصہ اوّل جو کہ 9 حصوں یا ابواب پر مشتمل ہے، کی شروعات روایتی طور پر حمدِ پروردگارِ عالمین سے یوں ہوتی ہے:۔

الٰہی توہی سب کا ہے بادشاہ   کہ ہے دو جہاں پر کرم کی نگاہ

شاعر قدرت خداوندی کا دل سے قائل ہے۔ آدم کی دیگر خلائق پر افضلیت پر خدا کیا شکر گزار بھی ہے اور اس بات پر فخر بھی کرتا ہے۔ عزازیل کے انکارِ سجدہ اور پھر رجیم بارگاہِ

الٰہی بننے کا بھی تذکرہ ہے۔اس لیے شاعر پڑھنے والوں کو خوفِ خدا کی تلقین بھی کرتا ہے ۔

بہت مومنو خوف رب کا کرو　　کرو بندگی اور خدا سے ڈرو

پھر نعتِ رسولؐ کی طرف آنے کے لیے حمد سے بہت خوبصورتی سے گریز کیا ہے ۔

بنے نورِ حق سے رسولِ زماں　　ہوا نور سے ان کے پیدا جہاں

نعتِ سرورِ کائنات کے موضوع کے تحت نہ صرف توصیفِ پیغمبر اکرمؐ میں اشعار کہے گئے ہیں بلکہ خلفاء راشدین اور اہلبیتِ اطہارؑ اور بارہ اماموں کی عظمت اور بزرگی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔نعت کے آخر پر گریز کے سات اشعار سے داستانِ جنگ کی طرف قارئین کو رجوع کرایا گیا ہے۔

سناؤں شجاعت کی اک داستان　　کروں جنگ نامہ علیؑ کا بیان

کسی نے اگر اسمیں کچھ شک کیا　　تو شرمندہ ہوگا وہ پیشِ خدا

کرے گا اگر کوئی وردِ زبان　　تو ہوں گے بہت پنجتن مہربان

سنے جو کوئی گوشِ دل سے تمام　　تو ہو اس پہ دوزخ کی آتش حرام

محبو اگر تم مسلمان ہو　　بہت صدقِ دل سے ہمیشہ پڑھو

سناتا ہوں اردو میں وہ ماجرا　　کہ تھا فارسی میں جو ابتک لکھا

شجاعت کا حضرت پہ ہے اختتام　　مقاتِل پہ لعنت علیؑ پر سلام

اس طرح جنگ کی داستاں شروع ہو جاتی ہے۔جنگِ احد میں رسول اللہؐ کا بدترین دشمن ابوجہل جب قتل ہوا تو اس کا بیٹا تقتال حضرت علیؑ سے بدلہ لینے کی غرض سے ایک منصوبہ بناتا ہے۔وہ میدان جنگ سے نکل کر ملک قندور کے بادشاہ مقاتل کے پاس داد خواہی کو جاتا ہے۔ملک قندور کی راجدھانی کا نام شہر بندور تھا۔اس بادشاہ اور شہر کا نقشہ شاعر نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

کہ تھا ایک کافر وہاں شہر یار　　نہ تھا فوج و لشکر کا جسکے شمار

رعیت غنی اور لشکر امیر　　نہ تھا شہر میں اسکے کوئی فقیر

وہ قلعے تھے ساتوں فلزات کے بنائے گئے تھے وہ سب دھات

اس شہر کے اردگرد چار پہاڑ تھے ایک کا رنگ سرخ، دوسرے کا رنگ سبز، تیسرے کا سیاہ اور چوتھے کا زرد تھا۔ شاعر کے مطابق مدینہ پاک سے یہ شہر دو مہینے کے فاصلے پر تھا اور محل وقوع اسکا دریائے نیل کے آس پاس تھا۔ شہر کے اردگرد بنے قلعوں میں سات سو برج تھے اور ہر ہر برج پر ہزار سپاہی تعینات تھے۔

تقتال جب شہر بندور پہنچا تو بادشاہ مقاتل کے روبرو حاضر ہو کر کہنے لگا کہ وہ عرب کا امیر اور مکہ کے بادشاہ کا وزیر ہے۔ اُس کے باپ کا نام ابوجہل تھا جسے مکے کے ایک شخص نے قتل کر دیا۔ بادشاہ کے استفسار کرنے پر تقتال نے کہا کہ جس نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے اُسکا نام محمدؐ ہے، جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور جس نے ہمارے خداؤں لات وعزا تو توڑ کر ہمارا حال بُرا کر دیا۔ اُس کا بھائی علی مرتضیٰؑ ہے کہ جس کی طاقت کے سامنے سب پہلوان ہیچ ہیں۔ علیؑ نے بہت سارے بادشاہوں کو مار گرایا ہے اور اب وہ تیری فکر میں لگا ہے کہ کب تمہیں یا تو مسلمان بنائے یا پھر قید کر لے۔

یہ باتیں سن کر مقاتل کو طیش آ گیا۔ تقتال نے لوہا گرم دیکھ اُسے مشورہ دیا کہ علیؑ کو پکڑ لانے کا یا پھر خالی اُسکا سر لانے کا انتظام کرے، اگر وہ بچنا چاہتا ہے۔ مقاتل نے تقتال کی باتیں سُن کر اُس کی ڈھارس بندھارتے ہوئے کہا کہ اُسے غم کھانے کی کئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بھی ایسا کئی برسوں سے سنتا آ رہا ہے کہ عرب میں ایک رسول پیدا ہوا ہے جس سے لوگ بہت غم زدہ ہیں اور اُسکے بھائی علیؑ نے لاکھوں لوگوں کو اپنی تلوار کا نوالہ بنا دیا ہے۔

مقاتل نے دربارِ خاص بلا کر اپنے وزیروں میں یہ اعلان کیا کہ تم میں سے کوئی بھی بہادر جواں جو علیکو پکڑ کر یہاں لائے یا خالی اُس کا سر لائے تو میں اُسے اپنا آدھا ملک دوں گا اور اگر وہ مجھ سے میری بیٹی بھی مانگے تو اُس کے حوالے کروں گا۔

یہ سُن کر سب وزیر وامیر خاموش ہوئے اور ایک نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ علیؑ بہت ہی بہادر ہے اگر وہ چاہے تو زمین وآسماں پلٹ سکتا ہے۔ اسی لیے لوگ اُنہیں شیر خدا کہتے ہیں۔ یہ جواب سُن کر مقاتل آگ بگولہ ہوا اور گرج کر بولا کہ میں تم سب کو پھانسی پر چڑھاؤں گا۔ الغرض اُن وزیروں میں سے ایک میکد نام کے پہلواں نے اِس مہم کو سر کرنے

کی حامی بھر لی اور سفر پر روانہ ہوا۔ چند مہینوں کے بعد وہ مدینہ پاک کے مضافات میں پہنچا اور اُسے یہ تدبیر سوجھی کہ اسکا لشکر ایک دشت میں چھپ کر علیؑ کی ٹوہ میں بیٹھے گا کیونکہ اُس نے سنا تھا کہ علیؑ یہاں عموماً ہرن کا شکار کرنے کے لیے آتے ہیں۔

اگلے باب میں مدینے کا احوال یوں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہؐ حضرت عائشہؓ کے یہاں آرام فرماتے تھے اور جب جمعے کی شب تمام ہونے کو آئی تو رسول اللہؐ نے مسجد نبوی میں نماز اور شکر خدا ادا کرنے کے بعد اپنے صحابیوں سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا خوشخصال سپاہی ہے جو آج ایک ہرن کا شکار کر کے میری دعوت کا اہتمام کرے؟ یہ سُن کر حضرتؐ کے چچا زاد بھائی حضرت ادہمؓ نے آپ سے عرض کیا کہ یہ موقع انہیں عطا کیا جائے۔ حضرتؐ کی طرف سے اجازت پاتے ہی حضرت ادہمؓ گھوڑے پر سوار ہو کر اُسی دشت آہو میں پہنچے جہاں میکد پہلے ہی گھات لگا کر بیٹھا تھا۔ میکد کی فوج نے حضرت ادہمؓ کو نرغے میں لیا اور استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کا سر لینے کی نیت سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ حضرت ادہمؓ نے اُس فوجِ کفار سے کہا کہ وہ ہی علیؑ ہے، اور وہ ابھی اُن سب کا کام تمام کر دیں گے۔

یہ سنتے ہی بارہ ہزار کا لشکر حضرت ادہمؓ پر ٹوٹ پڑا۔ گھمسان کا رن پڑا اور شاعر کے مطابق حضرت ادہمؓ نے بارہ سو فوجیوں کے سر تن سے جُدا کر دے۔ میکد یہ نظارہ دیکھ کر حضرت ادہمؓ سے کہنے لگا کہ مجھے تم پر فرشتے کا گھمان ہوتا ہے۔ جواباً حضرت ادہمؓ نے کہا میں فرشتہ نہیں بلکہ پیغمبر آخر الزماںؐ کا ایک ادنی سا غلام ہوں اور پھر ایک بار بھرپور حملہ میکد کی فوج پر کیا۔ اس حملے میں ہزاروں کافر قتل ہوئے اور شہادت پانے سے قبل حضرت ادہمؓ کے جسم پر 300 زخم لگے۔ سنت نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے جان دینے سے قبل حضرت ادہمؓ اُمتِ محمدی کی شفاعت کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دعا کرنے لگے۔

الٰہی ہو پوری میری التجا نہ ہو خوف اُمت کو روز جزا
الٰہی یہی آخری ہے دعا کہ اُمت کو حضرتؐ کی تو بخشنا
الٰہی بہ حقِ شفیع الامم نہ دینا تو اُمت کو محشر میں غم

اسی دوران حالتِ سجدہ میں کفار نے حضرت ادہمؓ کا سر قلم کر دیا اور اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے حضرت ادہمؓ کے ہر زخم سے کلمہ حق کو جاری ہوتے دیکھا۔ میکد اور اُس کی فوج نے حضرت ادہمؓ کا سر لے کر تیز رفتاری کے ساتھ اپنے ملک قندور کی راہ لی۔

دن جس قدر ڈھلتا گیا، رسول اللہؐ کو فکر لاحق ہوئی کہ آیا حضرت ادہمؓ کہاں رہ گئے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ نماز شام کے خطبے کا وقت بھی تمام ہوا نہ جانے حضرت ادہمؓ کہاں رہ گئے۔ ادھر حضرت علیؑ نے اپنے غلام قنبر سے کہا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ قنبر نے سرد پانی کا پیالہ جب حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا تو حضرت علیؑ کو وہ پانی بہت کڑوا محسوس ہوا، وہ یہ کہہ کر مسجد نبوی کی طرف چلے کہ حضرت ادہمؓ شاید کسی مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں۔ جونہی وہ دروازے پر پہنچے تو اُن کے سر پر خون کے تین قطرے گر کر رخسار پر جاری ہوئے۔ رسول اللہؐ نے جب یہ ماجرا سنا تو فرمانے لگے کہ یقیناً حضرت ادہمؓ مارے گئے ہیں اور اُن کا سرِ مبارک جسم سے الگ کیا گیا ہے۔ یہ سُن کر تمام اصحاب رونے لگے۔ اسی دوران جنگل کی طرف سے سخت گرد اٹھی تو حضرت ادہمؓ کا گھوڑا زخموں سے چور بنا سوار کے آتا نظر آیا۔ گھوڑے نے نبیؐ کے قدموں پر اپنا سر رکھا اور زار و قطار رونے لگا۔ حضرت ادہمؓ کے چاروں بیٹے یہ منظر دیکھ کر بے حال ہو گئے۔ حضرت علیؑ اپنی تلوار ذوالفقار لے کر اپنے دُلدُل پر سوار ہوئے اور حضرت ادہمؓ کا گھوڑا بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔

غرض اُس دشت میں پہنچ کر حضرت علیؑ نے ہر طرف نور برستے ہوئے دیکھا۔ جنت کے حور و غلماں حوضِ کوثر کے جام لیے حضرت ادہم کی لاش کے پاس حاضر تھے اور دوسری طرف ہزاروں دشمنوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ حضرت ادہمؓ کی لاش نے حضرت علیؑ کو سلام کیا اور کہا کہ اُسے جس نے شہید کیا ہے اُس کا نام میکد ہے، اور جو آپؑ کو قتل کرنے کے لیے دو ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں آیا تھا۔ مگر میں نے اپنی جان آپؑ پر قربان کر دی۔ اب آپؑ میری نماز جنازہ پڑھ کر میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دیجیے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ غم کی شدت سے بے ہوش ہوئے۔ فرشتوں نے حضرت ادہمؓ کی قبر تیار کی اور حضرت علیؑ نے اُن کی تدفین عمل میں لائی۔ حضرت ادہمؓ کا گھوڑا رات دن اُس قبر پر مجاور کی طرح

رہنے لگا۔
حضرت علیؑ صبح کو ایک زنگی کا بھیس بنا کر قتل ادہمؓ کا بدلہ لینے کے لیے ملک قندور کی طرف روان ہوئے۔ دوسری طرف شہر مدینہ میں نبی اکرمؐ پریشان تھے اور اصحاب حیران کہ آیا کیا بات ہوئی ہوگی۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ روتے ہوئے نبیؐ سے عرض کرنے لگے کہ خدارا ہمیں بتایئے کہ ہمارے والد حضرت علیؑ کہاں چلے گئے ہیں۔ رسول اللہؐ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو جبریلؑ کو حکمِ کردگار ہوا کہ جا کر رسول اللہؐ کو سارا ماجرا سنائیں۔ جبریلؑ نے رسول اللہؐ کو یہ پیغام بھی سنایا کہ بحکم خدا آپ بھی ابھی لشکر لے کر ملک قندور کی طرف روانہ ہوں۔ رسول اللہؐ کے اصحاب و اقرباء اسلحہ سے لیس ہو گئے ۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ ، حضرت عقیلؑ، حضرت زبیرؓ و حضرت علی اکبرؑ نے بھی اسلحہ باندھا۔ اس طرح ہزاروں سوار، ہزاروں پیادہ فوجیوں پر مشتمل اسلامی لشکر ملکِ قندور کی طرف روانہ ہوا۔
حضرت علیؑ نے اتنی تیز رفتاری کے ساتھ سفر کیا کہ وہ چالیس روز میں ہی ملک قندور کے شہر بندور کے باہر پہنچ گئے۔ وہ ہر طرف پھرے لیکن اندر جانے کا موقع کہیں سے نہ ملا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ نے ایک نعرہ اس زور سے مارا کہ ساتوں قلعے لرزنے لگے۔ وہ سب کافر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دیکھیں کہیں عرب کا لشکر تو نہیں آیا۔ اُن میں سے دو جوان قلعے پر چڑھ کر دیکھنے لگے تو انہیں ایک سوار نظر آیا۔ سوال کرنے پر حضرت علیؑ نے انہیں بتایا کہ میں اقلیم زنگی (افریقہ) سے اپنے بادشاہ کا پیغام لے کر آیا ہوں، اُنہیں مع دُلدُل کے کشتی میں بٹھا کر دریا پار کرایا گیا۔ مقاتل کی نظر جب اُن کے گھوڑے دُلدُل پر پڑی تو اس نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ اُسے اصطبل میں رکھا جائے وہ حضرت علیؑ کے گھوڑے کو ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ حضرت علیؑ نے اپنے گھوڑے کے کان میں کہا کہ فی الحال ان کے ساتھ چلے جاؤ، جب میں نعرہ ماروں تو میرے پاس چلے آنا۔ دُلدُل مقاتل کے آدمیوں کے ساتھ ہو لیا اور اُسے اصطبل میں آہنی زنجیروں سے باندھا گیا۔
حضرت علیؑ نے مقاتل سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ میکد نے علیؑ کا سر کاٹ کر لایا ہے۔ اگر ایسا ہے تو محمدؐ تم سے جنگ کرنے یہاں ضرور آئیں گے۔ اس لیے اگر تم کہو تو میں

اپنی فوج مدد کے لیے یہاں بلالیتا ہوں۔ مقاتل نے حضرت علیؑ سے کہا کہ تم بےفکر رہو، میرے پاس لاکھوں کی فوج ہے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حضرت علیؑ پوچھنے لگے کہ آیا تجھے یقین ہے کہ وہ سر علیؑ کا ہی ہے کیا تم علیؑ کو جانتے ہو۔ مقاتل نے نفی میں جواب دیا۔ حضرت علیؑ نے کہا میں اُسے جانتا ہوں، اس لیے اُس سر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت ادہمؓ کا سر دیکھ کر حضرت علیؑ غم سے بے حال ہوئے اور پھر خود کو سنبھالتے ہوئے مقاتل سے کہا کہ میکد نے تجھ سے دھوکہ کیا ہے یہ علیؑ کا سر نہیں ہے۔ میکد یہ سُن کر آگ بگولہ ہو گیا اور اُس نے حضرت علیؑ کے سینے کو زخمی، جواباً شیر خدا حضرت علیؑ نے اُسے ایسا گھونسہ مارا کہ اُسکا سر پھٹ کر دماغ باہر آ گیا۔ یہ دیکھ کر سارا شہر بندور آپے سے باہر ہوا اور حضرت علیؑ پر تیغ و سناں کی بارش ہونے لگی۔ حضرت علیؑ نے بارگاہ خداوندی میں مدد کی درخواست کر اپنی تلوار باہر نکالی اور کشتوں کے پشتے لگادیے۔ حضرت علیؑ نے رجز پڑھا کہ میں کوئی سپاہی یا پہلوان نہیں بلکہ رسول اللہؐ کی ڈیوڑھی کا پاسباں اور ان کا کفش بردار ہوں۔ میری فوج یہاں آتی ہی ہوگی وہ تمہارے ان ساتوں قلعوں کو فتح کر لے گی۔ اگر اپنی سلامتی چاہتے ہو تو دین اسلام قبول کر کے اللہ اور نبیؐ کا کلمہ پڑھو۔ یہ سن کر اُن کافروں کو طیش آ گیا اور وہ زیادہ تعداد میں ایک ساتھ مل کر حضرت علی پر حملہ آور ہوئے لیکن شمشیر حیدری سے مات کھا کر کہنے لگے کہ حضرت علیؑ کسی جادو کے مالک ہیں۔ حضرت علیؑ نے جواباً فرمایا کہ میں کوئی جادوگر نہیں بلکہ وہی علیؑ ہوں جس کے قتل کے تم درپے ہو۔ یہ سُن کر مقاتل نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ مل کر حضرت علیؑ کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ مقاتل کے پاس 12 ہزار ہاتھی 80 ہزار تیر زن، سوالاکھ شمشیر باز، چار لاکھ پیادے اور چار لاکھ سوار تھے۔

حضرت علیؑ نے یہ دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں التجا کی کہ اے اللہ میری نصرت کر، بندوں کی عزت و ذلت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بارگاہ خداوندی سے آواز آئی کہ میں تمہیں فتح و کامرانی عطا کروں گا، تم بےخوف ہو کر لڑو۔ حضرت علیؑ نے نمازِ شکرانہ ادا کی۔ جبریل کو حکم خدا ہوا کہ وہ دس ہزار ملائکہ کا لشکر لے کر ملکِ قندور نصرتِ حضرت علیؑ کو پہنچے۔ ہاتفی نے یہ نوید سنائی اور حضرت علیؑ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضرت علیؑ نے تکبیر کا ایسا نعرہ مارا کہ دھات کا بنا قلعہ زمین پر آ گرا۔ یہ نعرہ سنتے ہی دُلدُل بھی زنجیریں توڑ کر حضرت علیؑ کے

پاس دوڑتا ہوا آیا۔ حضرت علی دُلدُل پر سوار ہو کر مردانہ وار حملہ کرنے لگے اور 12 ہزار دشمنانِ خدا کو قتل کر دیا۔

مقاتل کے وزیر اس صورتِ حال سے پریشان ہوئے تو انہوں نے مقاتل کو مشورہ دیا کہ حضرت علی سے درخواست کریں گے کہ اب ہمارے شہر کو نجات دیں۔ حضرت کے جسم پر کئی سو زخم لگے۔ اگلی صبح وزراء نے حضرت علیؑ کے سامنے بہت سارے لعل و جواہر پیش کیے اور اُن سے صلح کی درخواست کی۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میں یہ درخواست اِس شرط پر قبول کرلوں گا کہ اگر تم بت خانے توڑ کر شامل اسلام ہو جاؤ۔ ورنہ تم ہو اور میری تلوار۔ ان لوگوں کو یہ بات تسلیم نہ تھی لہذا جنگ پھر جاری ہوئی جو طلوعِ آفتاب کے ساتھ روز شروع ہو جاتی اور غروب آفتاب تک جاری رہتی تھی۔

یہاں مدینے سے رسول اللہؐ حکمِ خدا کے تحت اپنا لشکر لے کر چلے اور جبریل امین اپنا لشکر لے کر نبیؐ کے لشکر سے مل گئے۔ دو عالم میں رسول اللہؐ کے کوچ کا چرچا تھا۔ یہ اسلامی لشکر چالیس دن میں پوری مسافت طے کر کے دریائے نیل کے کنارے پہنچ گیا، لیکن وہاں دریا پار کرنے کے لیے نہ کوئی جہاز موجود اور نہ کوئی کشتی۔ رسول اللہؐ نے یہ دیکھ کر بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ بارالہا تو کارساز ہے، تم نے تمام پیغمبروں کی مشکلیں آسان کر دیں ہیں، اس دریا کو پار کرنے میں اس لشکر کی امداد فرما! پروردگارِ عالم نے پیغام بھیجا کہ آپ بے خوف ہو کر اس دریا کو عبور کرلیں اور شہر بندور میں داخل ہو جائیں۔ یہ جان کر حضرت علیؑ شادماں ہوئے کہ لشکر اسلام وہاں پہنچ گیا ہے۔ حضرت علیؑ اور رسول اللہؐ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔ اصحابِ کبار اور فرزندانِ علیؑ بھی ایک ایک کر کے اُن کے گلے ملے۔ رسول اللہؐ نے اپنا جبہ اتار کر حضرت علیؑ کو یہ کہہ کر دیا کہ اِسے فوراً لباسِ بدن بنائیں۔ اُس جبے کی برکت سے حضرت علیؑ کے سارے زخم اچھے ہوئے۔ یوں لشکر اسلام نے حضرت علیؑ کے شانہ بشانہ لڑ کر فوجِ کفار سے اپنی بہادری کا خراج وصول کیا۔ اس جنگ میں لشکرِ اسلام کے دس ہزار سپاہی شہادت سے سرفراز ہوئے۔

اپنی شکست کو قریب محسوس کرتے ہوئے مقاتل نے رسول اللہؐ کی خدمت میں بے شمار لعل و جواہر کے ساتھ ساتھ ڈولی میں بٹھا کر سیمبر نام کی اپنی بیٹی بھی بھجوائی۔ حضرت علیؑ

سے مشورہ کرنے کے بعد رسول اللہؐ نے سیمبر کا نکاح امام حسنؑ سے کیا اور لعل و جواہر لشکر اسلام میں تقسیم کروائے۔ رسول اللہؐ نے مقاتل کو یہ پیغام بھجوایا کہ ہم اس شہر سے ضرور چلے جائیں گے لیکن اس کے لیے لازمی ہے کہ تم خدائے وحدہ لاشریک کو مانو اور رسالتِ پیغمبر پر ایمان لے آئے۔ مقاتل اس کے لیے تیار نہ ہوا بلکہ اُسنے اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب مل کر حضرت علیؑ پر حملہ کردو۔ گھمسان کا رن پڑا اور مقاتل اپنے انجام کو پہنچا۔ ملک قندور کے عوام نے بہ خوشی بت خانے توڑ دیے اور ایمان لایا۔ رسول اللہؐ نے ایک امیر کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے مع لشکر کے ساتھ مدینے کی راہ لی۔ اس جنگ نامے کا اختتام شاعر نے دعائیہ اشعار سے کیا ہے۔

الٰہی مرا تجھ سے ہے یہ سوال — رکھ اپنی اماں میں مجھے ماہ و سال
نبیؐ اور اصحابؓ کا کر غلام — اطاعت میں ان کی مجھے رکھ دوام
الٰہی بہ حق محمد رسول — دعا اس گنہگار کی کر قبول
ہوا جنگ نامہ دعا پر تمام — محمد نبیؐ پر درود و سلام

اس کتاب کے صفحہ نمبر 51 سے صفحہ نمبر 81 تک جنگ حضرت علیؑ بمقام بیر الالم درج ہے۔ جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا ہے کہ اس داستانِ رزم کو بحر ہزج مسدس محذوف میں رقم کیا گیا ہے۔ مثنوی کی روایت کا پاس رکھتے ہوئے قصے سے پہلے حمدیہ اور نعتیہ اشعار درج کیے گئے ہیں۔ البتہ اول الذکر داستانِ جنگ کے برعکس یہاں حمد و نعت کے اشعار الگ الگ باب میں نہ رکھ کر ایک ساتھ ایک ہی باب میں کہے گئے ہیں۔ ابتداء اس طرح کی گئی ہے۔

ادا کر شکر اے دل کبریا کا — کہ ہے خالق وہی ارض و سما کا
وہی معبود ہے بے شک سبھوں کا — وہی گردن کُشاں ہے سر کشوں کا

پھر نعتِ رسول اور منقبتِ پنجتنِ پاک میں چند اشعار رقم کیے گئے ہیں۔ قصہ رزم کی طرف گریز کی خاطر 6 اشعار کا سہارا لیا گیا ہے، جن میں اس بات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ قصہ ٔ رزم حدیث معتبر ہے جسے فارسی میں مولانا روم نے مرقوم کیا ہے۔ شاعر اس قصے کا

راوی رسول اللہ ؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؑ کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں ایک مرتبہ رسول اللہ ؐ ایک جنگ سے فتح مند ہو کر مع لشکر مدینے کی طرف چلے جا رہے تھے کہ اُن کا گزر ایک جنگل سے ہوا اور یہ طے پایا کہ رات وہی بسر کی جائے گی۔ ہر شخص کو زوروں کی پیاس لگی تھی اور آس پاس کہیں پانی کا نام نشان نہیں تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ جا کر کہیں آس پاس کسی چشمے کا پتا لگائیں۔ کچھ دور جا کر حضرت علیؑ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا خیمہ نصب ہے جس کے اندر ایک بوڑھا شخص ایک بت کے سامنے سربسجود ہے۔ حضرت علیؑ نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کا خوف کھاؤ، تم اُس وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر بت کی پرستش کر رہے ہو؟ حضرت علیؑ اُسکا ہاتھ پکڑ کر اُسے پیش رسول اللہ ؐ لے آئے۔ اس بوڑھے نے رسول اللہ ؐ سے کہا کہ میری عمر ڈیڑھ سو سال ہے، میری ایک عورت ہے جس کی عمر سو سال ہے، میں اسی کے تابع ہوں اگر وہ مسلمان ہوتی ہے تو میں بھی ایمان لے آؤں گا۔

رسول اللہ ؐ نے بوڑھے سے فرمایا کہ اُس عورت کو میرے سامنے لے آؤ۔ حضرت ؐ نے اُس عورت سے کہا کہ ایمان لا کر اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو آسان بناؤ۔ اُس عورت نے جواب میں کہا کہ اِس جنگل میں ایک کنواں ہے جس کے اوپر ایک اژدھا اور ایک شیر ایک ساتھ رہتے ہیں وہ وہاں سے کسی کو زندہ جانے نہیں دیتے، اگر آپ اُس کنویں سے میرے لیے پانی کا ایک ڈول منگا دیں تو میں اُسی دم ایمان لے آؤں گی۔ یہ سُن کر حضرت نے مالک اشترؑ کو اپنے ساتھیوں سمیت اُس کنویں جانب حصولِ مقصد کے لیے روانہ کیا جو کہ لشکر کے پڑاؤ کے جگہ سے 35 میل کے فاصلے پر تھا۔

مالک اشترؑ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے ایسا حملہ کر دیا کہ خوف کے مارے اژدھا اور شیر دونوں وہاں سے بھاگ گئے۔ مالک اشترؑ نے گھوڑے سے اُتر کر اُس کنویں کے اندر دو پتھر مارے، نتیجتاً اس کنویں کے اندر سے بہت سارا دھواں نکلنا شروع ہوا اور اندر سے جنوں نے اتنا شور مچایا کہ سارا جنگل اُس شور کی وجہ سے ہلنے لگا۔ وہاں سے بار بار یہ آواز آتی تھی کہ یہاں سے بھاگ جاؤ، یہاں سے بھاگ جاؤ۔ مالکِ اشترؑ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کہ کوئی کنویں کے اندر اُتر کر وہا کی خبر لاؤ۔ یہ سُن کر اُن کے

ایک نوجوان ساتھی سعیدؓ نے رسی کا ایک سرا اپنی کمر سے باندھا اور دوسرا سرا مالک اشترؓ کو پکڑا کر کنویں کے اندر جانے لگا۔ جب سعید آدھے راستے تک پہنچا تو جنوں نے رسی کاٹ ڈالی اور سعید کا سر قلم کر کے تن کو باہر پھینکا۔

مالک اشترؓ غم سے نڈھال یہ تن لے کر رسول اللہؐ کے پاس چلے گئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہؐ کے آنسوں جاری ہوگئے۔ اُسی دم حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور رسول اللہؐ سے کہنے لگے کہ اُس کنویں کا نام بیر الالم ہے، اُس کے نیچے زمین کی سی وسعت ہے، جہاں جنوں، دیوں اور پریوں کا مسکن ہے۔ ان کے بادشاہ کا نام رعد جنی ہے۔ آپ اُسے کلمہ حق کی دعوت دینے کے لیے شیر خدا حضرت علیؑ کو وہاں بھیج دیجیے۔

حضرت علیؑ نے کنویں کے پاس پہنچ کر اسم اعظم پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا اور کنویں کے اندر چلے گئے۔ نیچے پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک وسیع وعریض صحرا میں تختِ زریں بچھا ہے، جس پر ایک جن بیٹھا ہے، اُس جن کا حلیہ شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

تن اُسکا تھا پہاڑ اور سر قلعہ تھا — عجائب ڈھب سے جسم اُس کا بنا تھا

تھے دونوں کان مثلِ برج اُس کے — ڈرے مریخ بھی دیکھے سے اُس کے

اور آنکھیں اُس کی تھیں ایسی کشادہ — قلعہ کے در کھلے جیسے زیادہ

سیاہی جسم پر اس کے غضب تھی — کہوں کیا مومنو تاریک شب تھی

دہن تھا اُس لعیں کا مثلِ تنور — بھگے رستم بھی دیکھے سے بہت دور

جنوں کے اُس بادشاہ کے آگے ایک طشت تھا جس پر حضرت سعیدؓ کا سر رکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ غم سے بے قرار ہوئے اور انہوں نے ایک ایسا نعرہ مارا کہ خوف سے دس ہزار جن جان سے گئے اور باقی مع بادشاہ کے بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آنے پر جب جنوں کے بادشاہ رعدِ جنی نے اپنے سامنے حضرت علیؑ کو پایا تو ہنس کر کہنے لگا کہ بتوں کی مہربانی سے آج میرا دشمن میرے سامنے آیا۔ پھر اُس نے اپنے تین بڑے پہلوانوں کو بلایا جن کو اُس نے تین بڑے ملکوں کا بادشاہ بنایا تھا، ان تین جنوں کے نام تھے شمرات،

قرطاس اور طیہور۔ رعد جنی اُن کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ علیؑ ہے جو ہمارا دشمن ہے۔ اسی نے روئے زمین پر وہ بت توڑ ڈالے جن کی ہم پوجا کرتے تھے۔ آج اِسے محمدؐ نے ہمیں مسلمان بنانے کے لیے بھیجا ہے۔ اب تم اس کا کام تمام کردو۔

سب سے پہلے طیہور حضرت علیؑ کے مقابلے میں لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔ طیہور کے بعد قرطاس اور قرطاس کے بعد شمرات حضرت علیؑ سے لڑنے کے لیے آیا اور ایک ایک کر کے حضرت علیؑ نے ان تینوں کا کام تمام کر دیا۔ یہاں جو جنگ کی تفصیلات بتائی گئی ہیں وہ فینٹاسی سے بھرپور ہیں۔ جن اپنی شکلیں بدلتے تھے، منہ سے آگ نکالتے تھے اور بڑے بڑے چٹانوں کو اٹھا کر حضرت علی کی طرف مارتے تھے۔ تینوں جنوں کے قتل ہونے پر رعد جنی مضطرب ہو گیا، اُس کے اضطراب کو شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

خبر یہ رعد نے جس وقت پائی — عجب طرح کی واویلا مچائی
لگا سر پیٹنے اور خاک اُڑانے — کہے تھا کھو دیا شیر خداؑ نے
سپاہِ جنیاں میں تھا مچا شور — قیامت کا سا ان اوپر بندھا طور

رعد جنی کا راہیل نام کا ایک بیٹا تھا جو بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ غضب کا خوبصورت تھا۔ رعد جنی نے اب اُسے ہی میدانِ جنگ میں بھیجا۔ راہیل کا تعارف اسی کی زبانی رجز کے ان اشعار کی بابت سنیے۔

مرا ہے نام راہیل اے دلاور — پسر ہوں رعد جنی کا مقرر
مری ماں دخترِ شاہ پری ہے — کسی کو مجھ سے کب یاں ہمسری ہے

حضرت علیؑ نے اِس شمس و قمر جیسی صورت کو دیکھا تو اُنہیں اُس پر رحم آ گیا۔ حضرتؑ نے اپنے دُلدُل کے کان میں کچھ کہا تو وہ راہیل کے اردگرد چکر لگانے لگا۔ اس دوران حضرت علیؑ نے راہیل کو دنِ حق کی تلقین کی۔ اُسے یہ بات سمجھائی کہ اگر وہ دینِ حق قبول کرتا ہے تو وہ دونوں عالم میں سرخ رو ہوگا۔ یہاں بھی سکون سے رہے گا اور مرنے کے بعد جنت میں چلا جائے گا۔ حضرت علیؑ نے اُس سے کہا کہ رعد جنی کو قتل کر کے وہ اُسی کو تخت پر بٹھائیں گے۔

راہیل پر حضرت علیؑ کی باتوں کا انتہائی اثر ہوا اور وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ سُن کر رعدِ جنی آہ و بکا کرنے لگا۔ وہ تخت سے نیچے گرا اور بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

مجھے کیوں کھو دیا اے جان تو نے | لیا کیوں کہنا شہؑ کا مان تو نے
یہ کیسی کر گیا مجھ سے میری جان | ہوا کس واسطے سے تو مسلمان
بھروسہ تھا ترا مجھ کو نہایت | سو اب میں کیا کروں آئی قیامت
جو تو نے یوں مجھے دل سے بھلایا | تو میں نے ہاتھ جینے سے اُٹھایا

رعد جنی نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جیسے بھی ہو حضرت علیؑ کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ لاکھوں کی فوج نے حضرت علی پر حملہ کر دیا۔ ایسا غل مچا کہ راہیل بھی ڈر گیا۔ حضرت علیؑ نے راہیل کو تسلی دی کہ تم فکر نہ کرو، میں خدا کے فضل سے ان سب سے نپٹ لوں گا۔ یوں حضرت علیؑ کئی روز تک مسلسل لڑتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو وہ اپنی تلوار ذوالفقار کو زمین پر گاڑھ دیتے تو وہ اژدھا بن جاتی۔ جب تک حضرت علیؑ نماز سے فارغ ہو جاتے وہ اژدھا اپنے منہ سے آگ نکال کر جنوں کی فوج کو حضرت سے دور رکھتا۔ سترہ دن رات اسی طرح گزر گئے۔ رعد جنی کی فوج نے آ کر اُس سے درخواست کی کہ وہ خود میدان جنگ میں اُترے۔ چنانچہ اُس نے اپنا دیو ہیکل گھوڑا منگوایا۔ اُس گھوڑے کی کیفیت شاعر نے یوں بیان کی ہے۔

جنوں کی تھا جو پیدائش کا گھوڑا | سنو اُس کا بیاں اب مجھ سے تھوڑا
تھیں آنکھیں چار تو ماتھے کے اوپر | ستارہ جس طرح چمکے فلک پر
تھی مثل گاؤ دم اُس کی دو باراں | تھے پر بھی اُس کے یارو بے شماراں
اور ایک سینگ اُسکے سر پر یوں عیاں تھا | نہ تھا وہ سینگ بس نوکِ سناں تھا

اِس طرح رعد جنی خود حضرت علیؑ سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آیا۔ رعد جنی اور دیگر جنوں نے جو آگ حضرت علیؑ کی طرف پھینکی تو آپ نے اپنی تلوار سے نکلنے والی آگ کو اُس آگ کے ہمراہ کر کے واپس انہی کی طرف پلٹا دیا، جس سے دس ہزار جن جل

گئے۔ نتیجتاً کنویں کے اندر بہت سارا دھواں آسماں کی طرف جانے لگا، ساتھ ہی زبردست شوروغل بھی ہرطرف سنائی دینے لگا۔

رسول اللہؐ اپنے لشکر کے ساتھ بیرالالم کنویں کے پاس تشریف لا چکے تھے۔ جب لشکر اسلام نے یہ منظر دیکھا تو اُنہیں فکر لاحق ہوئی کہ کہیں جنوں نے حضرت علیؑ کو قتل تو نہیں کیا اور یہ شوروغل اپنی کامیابی پر مچا رہے ہوں؟

رسول اللہؐ نے کنویں کے اندر اپنا سر جھکا کر ایک نعرہ مارا کہ اے میرے بھائی ابھی تک تمہاری کوئی خبر نہیں آئی، میں تمہاری جدائی میں بے قرار ہوگیا ہوں۔ یہ آواز جب حضرت علیؑ نے سنی تو انہوں نے جواباً آواز دی کہ میں ٹھیک ہوں البتہ جنوں کے ساتھ بھاری لڑائی ہورہی ہے۔ آپؐ میری کامیابی کی دعا کیجیے۔

غرض رعد جنی نے روپ بدل بدل کر حضرت علیؑ پر حملے کیے، کبھی ہاتھی کبھی اژدھا بن کر حضرت پر حملہ کیا اور ہر حملے میں اپنے بدن کا کوئی نہ کوئی حصہ کھودیتا۔ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کو جلال آ گیا، انہوں نے پوری طاقت کے ساتھ تلوار چلا کر رعد جنی کے ساتھ ساتھ اس کی سواری کے بھی دوٹکڑے کر دیے۔ اُس موقعے پر جبریلؑ کو حکم پروردگار ہوا کہ زمین کا خیال رکھیں کہیں ضربِ علیؑ سے زمین کا توازن نہ بگڑ جائے۔

آخرش لڑائی ختم ہوئی حضرت علیؑ رعد جنی کے بیٹے راہیل کو کنویں سے باہر آئے اور رسول اللہؐ کے حضور میں کھڑے ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے راہیل کو ان جنوں کا بادشاہ بنایا اور دیگر تمام جنوں نے یہ کہہ کر ایمان لایا کہ ہم اب کبھی بھی آدم زاد کو پریشان نہیں کریں گے۔ پانی کا وہ ڈول بھی حضرت علیؑ لے کر آ گئے جس کا تقاضا اُس بوڑھی عورت نے کیا تھا۔ وہ بوڑھی عورت یہ حال دیکھ کر دل و جاں سے حضرتؐ پر درود پڑھنے لگی۔ شاعر نے اس رزمیہ قصے کا خاتمہ دعائیہ اشعار پر کیا ہے، جن میں وہ اللہ سے چہاردہ معصومین پاکؑ کے صدقے میں رحمت کی طلب کرتا ہے۔

اس جنگ نامے کی پوری فضا مافوق الفطری عناصر سے مملوع ہے۔ البتہ شاعر نے قصے کی ابتداء میں حدیث و روایات کا ذکر کر کے قاری کو سنجیدگی اور عقیدت کے ساتھ قصہ پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ اور بصورتِ دیگر نقصان پہنچنے کا اشارہ بھی دیا ہے۔ اس سلسلے میں

پہلے قصے کی ابتداء سے پہلے کا یہ چند شعر ملاحظہ کیجیے۔

سناؤں شجاعت کی ایک داستان　　کروں جنگ نامہ علیؑ کا بیاں
کسی نے اگر اس میں کچھ شک کیا　　تو شرمندہ ہوگا وہ پیش خدا
کرے گا اگر کوئی وردِ زباں　　تو ہوں گے بہت پنجتن مہرباں
سنے جو کوئی گوشِ دل سے تمام　　تو یہ اس پہ دوزخ کی آتش تمام
محبو اگر تم مسلمان ہو　　بہت صدق دل سے ہمیشہ پڑھو

دوسرے قصے کے یہ دو ابتدائی اشعار بھی دیکھیے۔

سنو یارو ذرا تم جان و دل سے　　کہوں ہوں یہ روایت میں اصل سے
حدیث معتبر میں ہے یہ مرقوم　　لکھے اس معجزے کو مولوی روم

اس قصے کا راوی رسول اللہ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

کہے ہے جعفر طیارؓ یارو　　کہ اک دن احمد مختارؐ یارو

شاعر نے دونوں قصوں کا ماخذ زبان فارسی بتایا ہے۔ ایک جگہ اردو کو ہندوی کے نام سے یاد کیا ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہلِ علم کے نزدیک ہندوستان کی زبان زبانِ اردو ہے۔ اس سلسلے میں قصہ اوّل سے یہ شعر ملاحظہ کیجیے۔

سناتا ہوں اردو میں وہ ماجرا　　کہ تھا فارسی میں جو اب تک لکھا

دوسرے قصہ سے یہ شعر ملاحظہ کیجیے۔

ولیکن ہے زبانِ فارسی میں　　کہوں ہوں میں زبانِ ہندوی میں

شاعر نے بہت ہی فنکاری کے ساتھ آیات واحادیث کو روزمرہ کی آسان اور عام فہم زبان میں ڈھالا ہے۔ مثال کے طور پر آیہ کریمہ اللہ نور السمٰوات والارض کی شعری صورت دیکھیے۔

عجب شان سے تو چھپا سب میں ہے　　نمودار جلوہ ترا سب میں ہے

حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کو شعری پیکر میں یوں ڈھالا ہے۔

نہیں اُس ؐ کی تعریف کا کچھ بیاں　　　　بنے اُس ؐ کی خاطر یہ کون و مکاں

حدیث قدسی لافتیٰ الاعلی لاسیف الا ذوالفقار کا شعری پیکر یوں خلق کیا ہے۔

یہ ہاتف نے ندا ایسی سُنائی　　　　نہیں فتح بہ جز شیرِ الٰہی

بجز تلوار علیؑ تلوار کوئی　　　　نہیں آفاق میں ہتھیار کوئی

یہ جنگ نامہ مسلکی تفرق سے بالا تر ہو کر لکھا گیا ہے۔ جس کی بدولت اس کے قارئین کے قلب و اذہان میں تعصب کے بجائے محبت و عقیدت کے چراغ روشن ہوتے نظر آتے ہیں۔ اگر چہ یہ حضرت علیؑ کی جنگوں پر مشتمل جنگ نامہ ہے مگر اس میں تمام خلفائے راشدین کا نام مقدماً نہایت ادب و احترام کے ساتھ لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ ترتیب وار مدحیہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

عجب خاص اُس ؐ کے لیے چار یار　　　　کیا خلد کو اُنکا دارالقرار

یہ ہیں بندۂ بارگاہ خدا　　　　بڑے متقی اور بڑے پارسا

ابوبکرؓ اول کہ ہیں یارِ غار　　　　عمرؓ دوسرے ان کے ہیں دوستدار

سوم صدقے جاؤں میں عثمانؓ کے　　　　وہ جامع ہیں آیات قرآن کے

چہارم علیؑ مرتضےٰ شاہ دین　　　　ہوئے جن کے تابع زمان و زمیں

قصہ دوم سے اس سلسلے میں یہ شعر ملاحظہ کیجیے :

عمرؓ عثمانؓ کی تو ہے بڑی شان　　　　ثنا کر اُن کی اور ہو جی سے قربان

سبب سے پنجتن کے کبریا نے　　　　کیا کونین کو پیدا خدا نے

اس رزم نامے میں شعری صنعتوں کو بھی بہت عمدگی سے استعمال کیا گیا ہے جس کی بدولت اس کی ادبیت میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

خوبصورت تشبیہات کا استعمال:

امامت کے گلزار کے گل ہیں وہ　　　　ولایت کے گلشن کے سنبل ہیں وہ

کیا حکم گھوڑے کو پکڑو شتاب　　　　کہ ہے وہ رواں صورتِ موج آب

استعارہ :

ہدایت کے عقدے لگے کھولنے وہ لعل و جواہر لگے تولنے

صنعت تجسیم:

وہ شب جمعہ کی ہوگئی جب تمام رہ صبح میں جب دھرا دن نے گام
جب اک نعرہ مارا بحکمِ خدا سرِ خاک پر کانپ اُٹھا رودِنیل

صنعت تلمیح:

بڑا ہے ایک جنگل اس میں بھاری کہ جس کو دیکھ رستم ہو فراری

صنعت تجنیس تام:

شفاعت کریں گے بہ وجہ حسن نواسے بھی اُن کے حسین وحسن

صنعت مراۃ النظیر :

پدر گُم ہوئے کس بیابان میں ہیں شیر خدا کس نیستان میں

صنعت مبالغہ (فی تعداد):

سنا ہے علیؑ ہے پیمبر کا یار کئے جس نے لاکھوں تہِ ذوالفقار
بیاں آج کی جنگ کا کیا کروں کہ دس لاکھ کافر ہوئے سرنگوں
جو دس لاکھ مارے گئے پہلواں تو چھ لاکھ زخمی پڑے ہیں جواں
جو گردن پکڑ کر جھکایا بہ زور تو جھانکا ستمگار نے روے گور

صنعت اشتقاق:

پڑا ملک میں بس کہ جوش و خروش جو کافر تھے کافور تھے ان کے ہوش

شاعر نے عربی ، فارسی ، ہندی اور سندھی زبان کے الفاظ کو اِس خوبی کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ لگتا ہے کہ نگینے جڑے ہیں۔مثال کے طور پر یہ اشعار :

گرز ہفتاد من کا شاہِ دیں پر لگایا زور سے تیوری چڑھا کر
سپہ اس کی ہے بے حد و بے شمار چہل لک پیادہ چہل لک سوار

جنگ نامے کی فضا اگرچہ عربی ہے لیکن عام عوامی زبان نے اسے ایک مقامی رنگ بخشا ہے۔مثلاً یہ چند اشعار ملاحظہ کیجیے :

لگا رونے پھر آخر جل جلا کر گرا وہ تخت نیچے بل بلا کر

کہے تھا پیٹ سر گاہے وہ ناری کہ بیٹا ہو گیا مجھ سے فراری

کئی جگہوں پر محاورے کے استعمال نے رنگ چڑھایا ہے،مثلاً یہ شعر ملاحظہ کیجیے :

یہ کہہ کر جو تلوار لی میاں سے عدو ہاتھ دھونے لگے جان سے

اس رزم نامے میں فن، زبان اور تسلسل واقعات میں کہیں کہیں کوتاہیاں بھی نظر آتی ہیں۔مثلاً نقصِ قافیہ کی یہ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

سو دیکھ اس دم تجھے از فضل قادر کروں ہوں نیچ نیچے جلد اے خر

(قادِر کو بروزن خر،قادر باندھا ہے)

قصہ کی ابتداء میں ہی ہیرو اور وِلن کی پہچان کرائی گئی ہے،مقاتل کا قصہ شروع ہونے سے پیشتر ہی یہ شعر کہا ہے :

شجاعت کا حضرتؓ پہ ہے اختتام مقاتل پہ لعنت علیؑ پر سلام

البتہ ان معمولی کوتاہیوں سے بدظن ہو کر ہم اِس خوبصورت رزمیہ سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے۔اس جنگ نامہ میں پایا جانا والا قصہ پن اور حد درجہ فینٹاسی اسے اُس عظیم ادبی سرمایے کا حصہ بناتی ہے جو اردو وضاحتی شاعری کی شکل میں ہمیں اپنے اسلاف کے ساتھ ساتھ ادبِ عالم سے بھی جوڑتا ہے۔

OOO